فرض نمازوں کے بعد دعا کی اہمیت

(تیسری اور آخری قسط)

ترجمہ: مولانا عمران ولی

دوسرا باب اس بارے میں ہے کہ دعا فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے بلاکراہت جائز ہے، بلکہ افضل تو یہ ہے کہ وہ سنت کے بعد ہو۔ پہلے باب سے یہ معلوم ہو چکا کہ اصل دعا فرض نماز کے بعد سنت ومستحب ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ دعا فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے مکروہ ہے یا نہیں؟ وہ احادیث جو پہلے باب میں گزر چکی ہیں وہ سب اپنے ظاہری الفاظ کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سنن راتبہ سے پہلے سلام کے فوراً بعد ہوا کرتی تھی، جیسے کہ احادیث کے الفاظ سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ جیسے ''إذا سَلَّمَ''، ''إذا انصرف'' اور ''إذا'' مبادرۃ کے لیے ہے اور ''دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ'' اور اس جیسے الفاظ سے اور ان میں سے بہت سے احادیث کے راوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صراحت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرض نماز کے بعد ان دعاؤں کے ساتھ دعا کرتے ہوئے سنا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ سنن راتبہ اور نوافل کا گھر میں ادا کرنا (نہ کہ مسجد میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عام طریقوں میں سے تھا، پس اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے جانے سے پہلے فرض نماز کے فوراً بعد یہ دعائیں نہ فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم ان دعاؤں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنتے، جیسے کہ یہ ظاہر ہے۔

اور رہا یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنت اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے، اس پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں:

ان احادیث میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کی تخریج امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم میں، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں بروایت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوافل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے، پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، پھر واپس آتے اور دو رکعت پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز مغرب پڑھانے کے بعد گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے۔ (الحدیث) اور اس حدیث کے آخر میں ہے: ''اور

جب فجر طلوع ہوتی تو دو رکعت پڑھتے تھے‘‘۔

۲:......امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں بروایت عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ حدیث کی تخریج کی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے مگر یہ کہ فرض نماز ہو (یعنی اس کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے)

۳:......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ دیگر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے فرائض کے اور تمام نمازوں کو گھر میں ہی پڑھنا افضل ہے۔ اسی طرح اس کی تخریج امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے اور فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن سعدؓ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

۴:......امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (انصار کے قبیلہ) بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے اور وہاں مغرب کی (فرض اور سنت) نماز پڑھی، جب (بعض) لوگ (اپنی فرض) نماز پڑھ چکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ فرض نماز ادا کرنے کے بعد نفل نماز (یعنی مغرب کی سنتیں بھی وہیں) پڑھ رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دیکھ کر) فرمایا کہ: یہ (یعنی مغرب کی سنتیں یا مطلقاً نفل نماز) گھر میں پڑھنے کی ہے۔

ان احادیث میں سے ہر حدیث دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنت اور نوافل کی نماز گھر میں ادا کرتے تھے، چنانچہ پہلی حدیث کی دلالت تو اس پر ظاہر ہے۔ باقی رہی دوسری احادیث تو ظاہر یہی ہے کہ عبادات کے باب میں جو افضل اور محبوب عمل ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چھوڑتے نہیں تھے۔ لہٰذا ان احادیث سے معلوم ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے فوراً بعد گھر تشریف لے جانے اور سنن ونوافل پڑھنے سے قبل ادعیہ ماثورہ کے ساتھ دعا فرماتے تھے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی ہوتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی دعائیں پڑھتے ہوئے سنا بھی اور ان دعاؤں کو آپ سے سن کر یاد بھی کیا۔

خاتمۃ الرسالۃ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسلم شریف کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بیٹھتے تھے، مگر ان کلمات کے پڑھنے کے بقدر (وہ کلمات یہ ہیں) ’’أللّٰھم أنت السلام‘‘ پس اس کا کیا جواب ہے؟

میں کہتا ہوں: اس کے چار جوابات ہیں:

پہلا جواب: درحقیقت اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کا مدار تین آدمیوں پر ہے۔

پہلا شخص: ابوخالد الاحمر ہے اور اس کا نام سلیمان بن حیان ہے۔ (حَیَّان) حاء کے فتح اور یاء کی تشدید کے ساتھ ہے۔ قبیلہ ازد اور کوفہ سے تعلق ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تہذیب التہذیب'' میں فرمایا: ابوبکر البزارؒ نے کتاب السنن میں کہا ہے کہ اہل علم نے نقلاً اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ابوخالد حافظ نہیں تھے۔ انہوں نے کئی احادیث اعمشؒ اور دیگر سے روایت کی ہیں جن کی متابعات نہیں ہیں اور ابن معینؒ نے کہا ہے کہ ابوخالد صدوق تھے، لیکن حجت نہیں ہے اور ابوہاشم الرفاعیؒ نے کہا ہے کہ وہ اصل میں صدوق تھے، لیکن ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، پس وہ غلطی اور خطا کر جاتے تھے۔

دوسرا شخص: ابومعاویہ الضریر ہے اور اس کا نام محمد بن خازم ہے (خـازم) خاء اور زاء کے ساتھ ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تہذیب التہذیب'' میں فرمایا ہے: عبداللہ بن احمد نے کہا ہے کہ: میں نے اپنے والد سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابومعاویہ الضریر اعمشؒ سے مروی شدہ حدیث کے علاوہ دیگر احادیث میں مضطرب ہے، وہ احادیث کو صحیح محفوظ نہیں کرتا اور ابن معینؒ نے کہا ہے کہ: ابومعاویہ عبداللہ بن عمر سے منکر احادیث روایت کرتے تھے اور ابوداؤدؒ نے کہا کہ ابومعاویہ کا تعلق مرجئہ سے تھا اور مرۃؒ نے کہا کہ وہ کوفہ میں مرجئہ کے رئیس تھے۔ اور ابن خراشؒ نے کہا کہ وہ اعمشؒ سے مروی شدہ روایات میں ثقہ تھے اور ان کے علاوہ دیگر روایات میں مضطرب تھے اور ابوزرعہؒ نے کہا کہ ابومعاویہ مرجئہ کے ہم خیال تھے، ان سے پوچھا گیا کہ ان کی طرف وہ دعوت بھی دیتا تھا؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں! میں کہتا ہوں کہ: یہ حدیث ابومعاویہ نے اعمشؒ سے روایت نہیں کی ہے، بلکہ عاصم احول سے کی ہے جو مضطرب تھے۔

تیسرا شخص: عاصم بن سلیمان الأحول ابوعبدالرحمٰن البصری ہے، حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں فرمایا ہے کہ علی بن المدینیؒ نے یحییٰ ابن سعید القطانؒ کے حوالے سے کہا ہے کہ عاصم الأحول حافظ نہیں تھے اور ابن ادریسؒ نے کہا ہے کہ میں ان سے کچھ بھی روایت نہیں کرتا اور وہیبؒ نے ان کو اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ ان کی کچھ عادات ان کو اچھی نہیں لگیں۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ حدیث کا لفظ ''**أنہ لم یقعد**'' ہے **أنہ لم یقرأ** نہیں ہے، پس ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بقدر بیٹھے ہوں اور پھر کھڑے ہوکر اذکار کیے ہوں۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ یہ حدیث ان تمام احادیث سے متعارض ہے جو فرض نماز کے بعد ذکر اور دعا کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، جن کا ذکر باب اول کی فصل اول میں ہو چکا ہے۔ پس ان احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے، کیونکہ ان میں سے اکثر کی تخریج صحیحین میں ہوئی ہے اور صحیحین کی احادیث ان احادیث سے اصح ہیں جو صرف صحیح مسلم میں ہیں۔

چوتھا جواب: یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ''**إلا مقدار ما یقول: أللّٰھم أنت**

السلام‘‘ سے مراد حقیقی مساوات نہیں ہے، بلکہ تقریبی مساوات مراد ہے۔ بس ان کلمات ’’لا إلٰہ إلا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ‘‘ آخر تک اور ’’اَللّٰھم لامانع لما أعطیت‘‘ اور آیت الکرسی اور دیگر دعائیں پڑھنے کے بقدر تاخیر مکروہ نہیں ہے، جیسے کہ یہ بات فتح القدیر میں ہے اور شرح منیۃ الکبیر اور علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مشکوٰۃ اور دیگر کتب میں ذکر ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ کتبِ فقہ کی عبارتوں میں ایسی بات ذکر ہے جو فرض اور سنت کے درمیان دعا کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ ان میں سے ایک بات جواہر الفتاوی میں ہے کہ قاضی امام علاء الدینؒ سے فرض نماز کے بعد دعا کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا: پسندیدہ یہی ہے کہ فرض کو سنت کے ساتھ ملا دیا جائے (یعنی فرض کے فوراً بعد سنت ادا کی جائے) ایک عبارت وہ ہے جو خلاصہ اور اشباہ نامی کتاب میں ذکر ہے کہ سنتوں میں مشغول ہونا دعا میں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے۔

میں کہتا ہوں: ان دونوں عبارتوں کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں کراہت پر دلالت نہیں کرتیں، درحقیقت یہ عبارتیں سنت کو فرض کے بعد ملانے کی اولویت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ ایک مختلف فیہ امر ہے، اسی وجہ سے فتح القدیر میں کہا ہے: اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ فرض کے بعد ادا کی جانی والی سنتوں کا فرض کے ساتھ فوراً ملانا اولیٰ ہے یا نہیں؟ اور تحقیق سے ہم نے احادیث پیش کردی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فرض اور سنت کے درمیان دعا مسنون اور مندوب ہے، پس ان کثیر روایات کی وجہ سے فرض اور سنت کے درمیان دعا کے مسنون یا مندوب ہونے کا قول راجح ہوگیا ہے۔

فائدہ مسند تکمیلیہ

اس رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سنتوں کو فرض سے ملانا مکروہ تنزیہی ہے، جیسے کہ ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کو فتح القدیر میں ذکر کیا ہے۔ فرض اور سنت کے درمیان فاصلہ کے بارے میں امام شمس الائمہ حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان وقفہ کرنے میں بالکل کراہت نہیں ہے، اور رہا امام کے حق میں تو (اس کے لیے بھی فرض وسنت کے درمیان) دعا اور ذکر کے ساتھ تھوڑا سا وقفہ کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، بلکہ بالکل دعا کے چھوڑنے سے یہی افضل وبہتر ہے۔ ہاں! اگر وقفہ زیادہ ہو بایں طور کہ وہ تینتیس معروف ورد کے بقدر ہو یا اس سے بھی زیادہ ہو تو مکروہ یعنی مکروہ تنزیہی ہے جو خلافِ اولیٰ کے معنی میں ہے۔